ڈاکٹر محمد اشرف
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج آف سائنس، ملتان
ڈاکٹر عمران ازفر
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو زبان و ادب، سرگودھا یونی ورسٹی

ادب، ثقافت اور مقامیت موسمیاتی بدلاؤ اور ماحولیاتی تنقید (بنیادی ڈسکورس)

ABSTRACT

Literature Culture and Localism in the Perspective of Environmental Criticism

By Dr. Imran Azfar, Assistant Professor, Dept. of Urdu Language & Literature, University of Sargodha

Muhammad Ashraf Malik, Assistant Professor, Dept. of Urdu, Govt. Graduate College of Science, Multan

Climate change stands as one of the burning issue of our age.As the planet warms due to human activities,it becomes imperative for indivisuals,governments and industrial zones to acknowledge the reality of climate change.There is a close relationship between environment, literature, culture and climate change. Our literary, cultural, local, spiritual, economic and environmental life is affected by climate change. Any region maintains its standard of beauty from the cultural, social and local environment. Language, dress and lifestyle are the bearers of the culture of any region. Because every region is bound by the same basic rules as language, lifestyle and according to socio-political effects about climate change.It archolate the consiquence changing and conditions of human behaviour while living in that particular jurisdiction. Cultural landscapes create resilience to climate change. The preservation of migration-related studies, historical and cultural discourse is the subject to ecology and especially cultural and social development. The constent change upon climate effects directily to all the living species and outcomes of our population. In 2019, millions of animals, humans and birds migrated due to fires in the forests of Australia, Brazil and America, while millions of animals and birds were burnt to ashes. Due to which the historic spatial

and cultural condition of these regions has changed from what it was before. The protection of both our ancient heritage and archeology is very important because after the climate disaster we bring them to mind as a traumatic memory. These sircumstances also effects Pakistan by changing climate in thr era of Glaciers and lands sorrunded by Rivers. Because of flood distarer million of people faces life threats in southern Punjab, KPK and the fertile crop area of the country. Keeping the situation as a theological narrative this paper try to present the real conditions of our earth in this envoirment, This article delves into the science behind climate change, its causes and the urgent need of a global response.

Keywords: Environment, Science of Climate change, Culture, Society, Localism, Animals, Birds ,Forests, Nature, Socio Political effects.

ماحولیاتی شعور کسی بھی فرد یا افراد کے گروہ کی طرف سے فطری اور قدرتی عوامل جیسے موسم، گرمی، سردی، دھوپ، چھاوں، بارش، پت جھڑ، سیلاب، قحط، زلزلوں سمیت بے شمار ماحولیاتی عوامل اور کائناتی اسرار کو محسوس کرنے کی صلاحیت کا نام ہے۔ ماحول اور انسان کے اسی باہمی تعامل نے انسان کو راہ دکھائی کہ وہ ماحولیات کا جائزہ ایک سائنسی کارگزاری کی صورت میں لے۔ اس عمل میں وہ پانی، زمین، روشنی، ہوا، موسم، زمینی ارتعاش سمیت متفرق عوامل کا ماحول اور جان داروں کے تناظر میں مطالعہ کرتا ہے۔ جس سے حاصل کردہ نتائج کو سائنسی تجربیت کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ زلزلے کی پیلائز، بارش کی پیش گوئی، زیرِ زمین خزانوں کی شناخت کا عمل اپنی مجموعی شکل میں ماحولیاتی سائنس کے موضوعات میں سے ایک ہے۔ ماحولیاتی سائنس کا مقصد کائنات کے ایک مخصوص حصّۂ زمین کے مختلف عملی اور حرکی اسرار کو سمجھنا اور ان کے باہمی روابط کی نشاندہی سے انسانی حیات کو بہتر سے بہتر کرنے کے ساتھ دیگر جانداروں کے وجود کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اسی لیے اس سائنس میں ایک طرف ماحولیاتی تغیرات کو سمجھنے کی سعی کی جاتی ہے تو دوسری جانب اس کے تحفظ اور بہتری کے لیے تدبیر سازی کی جاتی ہے۔ اگر ماحولیاتی سائنس کو نمایاں اجزا میں تقسیم کیا جائے تو یہ کچھ یوں ہو نگے۔

۱۔ ماحولیاتی شناخت کا عمل

۲۔ ماحولیات کی بہتری کے لیے منصوبہ بندی

۳۔ ماحولیاتی تعلیم کا فروغ

۴۔ ماحولیات برائے اعداد و شمار کی ترتیب

۵۔ ماحولیاتی تحقیق

ان عناصر کے علمی ڈسکورس سے کسی خاص خطے کی ماحولیاتی صورت حال کی جانکاری کے ساتھ ساتھ اس میں فطری عناصر کی یکجائی اور بہتری کے لیے اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں۔ یہ ڈسکورس سائنسی تجربی اصول پر مقداری طرز تحقیق پر انجام

دیا جا سکتا ہے جس سے حاصل اعداد و شمار سے کسی بھی ماحول کے تاثرات کو سمجھنے اور اس میں موجود خرابی کو دور کرنے کے موثر امکانات کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اردو تنقید میں یہ موضوع نیا ہے اور عمومی روش کے مطابق اردو ناقدین نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی ہے۔اردو ادب سے وابستہ ناقدین کے خیال میں فطرت نگاری ہی ماحولیاتی سائنس ہے جبکہ یہ ایک نہایت غلط تصور ہے جو تیزی سے راسخ ہوتا جا رہا ہے۔جیسا کہ اوپری سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ماحولیاتی مطالعات جدید سائنسی آلات اور تجربی صداقت کی بنیاد پر ماحول کے مختلف مزاجوں کا مطالعہ کرنا ہے۔اردو میں اس موضوع پر کچھ اہم کتابیں موجود ہیں جیسے ماحولیاتی سائنس اور صنعتی حفاظت،ایم اشفاق احمد،ماحولیاتی سائنس کے بنیادی مفاہیم،عبدالرزاق چوہدری، ماحولیاتی علوم،عبدالشکور سالک، ماحولیاتی تغیرات کا علم،افتخار احمد، ماحولیاتی تغیرات کا علم،علمی تشخیص کے مفاہیم و اصول،انجینئر محمد افضل علی۔اس کے علاوہ بھی اردو میں چند کتب ہیں جن میں ماحولیاتی سائنس کے برعکس فطرت نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے یا پھر نہایت بے دھیانی کے ساتھ مغربی علم کو اردو میں پیش کر دیا گیا ہے جس کا ثقافتی تعلق اس زمین کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے علمیاتی ڈسکورس قائم نہیں ہو سکتا۔انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا کے مطابق ماحولیاتی سائنس کی تعریف کچھ یوں ہے:

> "Envoirnmental science, interdisciplinary academic field that draws on ecology, geology, meoteroloy, biology, chemistry, engeniring or physiscs to study the envoirmental problems and human impacts on the envoirment.Envoirmental science is a quantitive discipline with both applied and theoretical aspects and has been influential in informing the policies of government around the world."(1)

انسائیکلو پیڈیا کے الفاظ کے مطابق انسانی حیات کے مختلف مطالعات کے حوالے سے کس قدر امکانات ہیں،خواہ وہ ماحولیات سے متعلق ہوں یا حیاتیات،طبعیات، ارضیات،شہری زندگی، کیمیا اور ہر وہ شئے جو انسان کی زندگی اور اس کے ماحول پر اثر انداز ہوتی ہو۔یہی وجہ ہے کہ صنعت کو ماحولیاتی مطالعے میں خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ صنعتی ترقی نے جس قدر انسانی ذہن اور اطراف کو متاثر کیا ہے اس کی دوسری مثال تلاش کرنا ممکن نہیں۔صنعتی ترقی،کارخانے اور اس کی دیگر حرکیات نے صرف انسانی زندگی اور صحت پر ہی منفی اثرات مرتب نہیں کیے بلکہ اس نے فطری ماحول، جنگلات، فصلات، صاف پانی، زیر زمین معدنیات سمیت کئی دوسرے حوالوں سے ہماری زمین اور معاشرے کو متاثر کیا ہے۔یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ماحولیاتی سائنس کا مطالعہ اپنی تمام حالتوں یعنی نظریاتی اور اطلاقی ہر طرح سے مقداری طرزِ تحقیق کا متقاضی ہے کیوں کہ معیاری طرزِ تحقیق میں مفروضے کے ساتھ اعداد و شمار اور انڈیکس بنانے کی وہ سہولت میسر نہیں ہوتی جو سہولت مقداری تحقیق کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی مطالعہ ہماری زمین کے حوالے سے مختلف ممالک،مختلف اقوام

اور حاکموں کے رویوں کی بھی تحقیق کرتا ہے کیوں کہ اشرافیہ کا جدید طبقہ ماحولیات اور اس کے اجزا پر بالخصوص اثر انداز ہوتا ہے۔ حکومتیں بھی اس حوالے سے منفی اور مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں جیسے جوہری توانائی کا استعمال، جوہری فضلہ جات بارے حکمت عملی اور ایسے دیگر کئی عوامل ہیں جن کی انجام دہی حکومت کی ماحول دوستی یا ماحول دشمنی کی غمازی کرتی ہے۔ ان عوامل میں ایک اہم تر پہلو شجر کاری بھی ہے جس کی مدد سے کوئی بھی حکومت اپنے سماج کی بہتری کے ساتھ ساتھ پورے کرۂ ارض کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ماحول ہو یا موسم دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ ''ماحول'' بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادۂ اشتقاق ح۔و۔ل ہے جس کا معنیٰ ''اردگرد'' کا علاقہ لیے جاتے ہیں اور یہی عمومی معنی رائج بھی ہیں۔ ماحول سے مراد، انسانی زمین اور حیات پر بیرونی اثرات اور ان اثرات سے مرتب ہونے والی صورت حال ہے۔ جو انسانوں اور دوسرے جانداروں کو محیط کیے ہوئے ہے۔انسانی ماحول میں وہ تمام عوامل شامل ہیں جن کے ساتھ لوگوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رہتا ہے۔ بدلتے ہوئے مقامی اور عالمی حالات، اپنے کل میں موسمیاتی بدلاو اور اس کے اثرات کو ساتھ لاتے ہیں۔ جو ہماری لاپرواہی کی وجہ سے ہمارے اردگرد موجود زمان و مکان پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے اکثر بڑے پیمانے پر خرابی کا باعث بنتے ہیں۔جس کے نتیجے میں انسانی معاشرے ویران اور مسمار ہو جاتے ہیں۔ ہیروشیما کی مثال یاد کیجیے، حال ہی میں افغان امریکی جنگ کا حاصل جوہری تابکاری کے بدلے تیزی سے پگھلتے ہوئے گلیشئرز کی صورت میں جانچا جا سکتا ہے۔ باغات اور گھنے درختوں کی تیزی سے کٹائی کے عمل کے موسمی اثرات اپنی جگہ پر نہایت شدید اور انسانی سماج کے لیے خطرے کا باعث ہیں۔اس سب اور ایسے دوسرے حالات کی وجہ سے بارشوں اور ساون کے موسم متاثر ہو رہے ہیں جس کے فوری اثرات کے تحت عالمی سطح پر بالعموم اور پاکستان کی سطح پر بالخصوص ندی نالے اور دریا خشک ہوتے جا رہے ہیں پانچ دریاوں کی سرزمیں پنجاب اب عملاً تین دریاوں کی آماجگاہ رہ گئی ہے۔ سمندروں میں سیورج لائن کی طرف سے پھینکے جانے والے پلاسٹک اور گندگی کی صورت میں لاکھوں ٹن فضلہ روز بروز نیلے پانیوں کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔جس کی وجہ سے نہ صرف سطح سمندر کے بلند ہونے سے ساحلی شہروں کی بقاء کو خطرات لاحق ہیں بلکہ سمندری جانداروں کی حیات کو بھی معدومیت کے خطرات کا سامنا ہے۔ جوہری تابکاری اور جنگلات کی کٹائی کے فوری اثرات میں تیزی سے گرم ہوتے موسم کے علاوہ گرم ہواؤں کے تھپیڑوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جبکہ درجۂ حرارت بڑھنے کی وجہ سے آسٹریلیا ایمیزون، الجیریا تیونس اور دنیا کے بہت سے زرخیز علاقوں میں جنگلات میں آگ لگنے کے ہر سال بیسیوں واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ امریکا چین اور بھارت جیسے بڑے صنعتی ممالک گرین ہاؤس گیسز زیادہ پیدا کر رہے ہیں،جس کی وجہ سے سموگ پیدا ہونے کے علاوہ دنیا بھر میں سانس اور کینسر جیسی مہلک بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ ماحول ہو یا زبان یا پھر کسی قومیتی تناظر میں ابھر کر سامنے آنے والی کوئی بھی نئی ثقافت ان کی تشکیلیت میں بہت سی قومیتیں اور بہت سی ثقافتیں مل کر حصہ لیتی ہیں۔نو ثقافتی قومیت (Neo Cultural Nationalism) کیا ہے۔اس بارے میں غلام اصغر اپنی کتاب ''نظریۂ قومیت، عالمی و مقامی تناظر میں لکھتے

ہیں کہ:

''نو ثقافتی قومیت بہت سی ثقافتوں کے ملاپ سے پیدا ہونے والی مرکب قومیت ہے جس میں جبر کی بجائے بہ خوشی ورضا کوئی قوم کسی دوسری قوم کی ثقافت کو اپناتی ہے۔اس عمل میں زیادہ ہاتھ عالمگیریت اور عالمی سطح پر غالب زبانوں کا ہے جو اپنے لفظوں کے ساتھ اپنا کلچر بھی لے جاتی ہیں۔''(۲)

جنگلات کے کٹنے، جانوروں اور پرندوں کی نقل مکانی،شہری زندگی میں پھیلاو کی وجہ سے زرعی زمینوں کے رقبہ جات میں مسلسل کمی کے باعث مختلف علاقوں کے مقامی منظر نامے،فطری اور قدرتی ماحول اور ثقافتی سرگرمیوں میں یکسر تبدیلی کا عمل ان علاقوں کے جغرافیے کو بدل دیتا ہے جس کی وجہ سے ان علاقوں کی ثقافتی اور مقامی حیثیت میں بدلاو پیدا ہونا لازمی امر ہے جس کی ایک بڑی وجہ موسمیاتی تبدیلی کا سبب ہوتی (Climate Change) ہے۔اپنی صحت اور زندگی کی ضروریات کے حصول کے عمل کو بہتر بنانے کے لیے ہم سب اپنے موجود ماحول پر انحصار کرتے ہیں۔ایسی صورت میں ہم جیسے دوسرے انسان جب ہمارے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں اور کوڑا کرکٹ یا گندگی کو مقرر کردہ مناسب جگہوں پر نہیں پھینکتے تو اس وجہ سے پانی کے ذخائر،ندی نالوں،زمینی جانوروں،اور پودوں کی بقاء کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔مختلف انسانی ثقافتیں اپنے علاقوں کے ماحول پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔شہری یا صنعتی علاقوں کے مضافات میں زرعی علاقوں کے ماحول پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ایسے حالات میں مقامی ثقافتی قوانین اور مقامی ماحولیاتی ثقافتی اداروں کا راست اقدام کے لیے حرکت میں آنا ضروری ہوتا ہے۔تاکہ ماحولیاتی آلودگی کے علاوہ ثقافتی تبدیلی کے اثرات کم سے کم ہوں اور لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقے یا پھر دیہی مضافات سے شہری آبادی کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

ماحولیاتی ثقافت کیا ہے اسے سمجھنے کے لیے'' مارک کیوسلٹن اور ای این اینڈرسن (Mark Q. Sulton and E. N Anderson) اپنی کتاب ''انٹروڈکشن ٹو کلچرل ایکولوجی''(Introduction to Cultural Ecology) میں لکھتے ہیں کہ:

"In the four or five million years since their development, humans have colonized practically every terristerial environment on the planet .Humans everywhere are virtually the same biologically but have been able to adapt to the enormous environment diversity of earth through culture ,an immensely flexible and adaptive mechanism that other animals lack."(3)

مارک کے مطابق انسانی ماحول میں بدلاو کی یہ کیفیت ماضی سے جاری وساری ہے جس کے اظہار کے لیے وہ

چار، پانچ ملین سال ماضی کی طرف دیکھتا ہے اور استدلال کرتا ہے کہ جانداروں نے اپنے تحفظ کے لیے کئی مرتبہ ماحول اور صورت حال کے مطابق خود کو ڈھالا ہے۔ یہ جانداروں کی صفت ہے کہ وہ اپنے حیاتیاتی نظام میں لچک دار ہونے کی وجہ سے بدلتے ہوئے ماحول کے ساتھ اپنی قوت کو بھی بڑھا لیتے ہیں۔مگر گذشتہ دوصدیوں کی سائنسی ایجادات نے اس نوعیت کے تمام دلائل کو بری طرح رد کر دیا ہے۔چمنی سے نکلتے ہوئے دھوئیں، چٹوں کی ڈھلائی سے زیر زمین اترتے پانی، مسلسل دریائی کٹاو، جوہری تابکاری کے اثرات اور دھوئیں کی بڑھتی ہوئی لہروں نے زمین اور انسان دونوں کے لیے ایک مستقل خطرے کی صورت اختیار کر لی ہے جو ایک بھوت کی مانند اپنے اطراف موجود انسانوں اور دیگر فطری مظاہر کو ہڑپ کر جانے کے لیے بیتاب رہتے ہیں۔اس صورت حال سے نمٹاو کے لیے انسان، حیوان، چرند، پرند اپنی زمینیں چھوڑ کر دوسری طرف مسافرت اختیار کرتے ہیں۔اس عمل میں مہاجرت کی تکالیف کے ساتھ نئے علاقوں کی نفسیات سے عدم واقفیت انسانی سماج کی تشکیل میں کئی طرح کی رکاوٹوں کا سبب بنتی ہے۔ہجرت ماحولیاتی، سماجی وسیاسی اور معاشی مقاصد کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہوسکتی ہے۔

زمانہ قدیم یا عہد عتیق میں دنیا کے ہر ایک خطے کا ماحولیاتی نظام متوازن اور یکساں فعال تھا۔فطرت پر انحصار اور فطری عوامل کے ساتھ انسان کے مصالحانہ برتاو کے سبب سے قدرتی تنظیم پر اشیاء رواں دواں تھیں اور میدان ہوں یا جنگلات ہر دوطرف ماحول میں تبدیلی کا عمل سست رفتار بلکہ نہ ہونے کے جیسا تھا لیکن وقت کی گزران کے ساتھ انسان نے قدرت کے مظاہر کے ساتھ تخلیق اور توڑ پھوڑ کی سطح پر آمنا سامنا کیا اور یوں فطری منظرنامہ تیزی سے بدلنے لگا جس کے اثرات سے ماحول میں بدلاو ایک سبک رفتار عمل کی صورت اختیار کر گیا۔انسان، جانور پرندے، درندے، میدانی علاقے، پہاڑ، جنگلات اور زمینی حشرات سبھی موسمیاتی تبدیلیوں کی زد میں ہیں۔یہ سبھی کچھ زمین کی فطری اور قدرتی حالت میں غیر فطری بگاڑ اور اس کے ماحول میں مسلسل تبدیلی کے عمل سے ہی واقع ہو رہا ہے۔ٹریفک، ہوا، پانی، شور، حرارت اور زمینی آلودگی کے علاوہ گرین ہاوس گیسز میں اضافے اور درجہء حرارت کے تیزی سے بڑھنے کے عمل نے موسمیاتی نظام میں جو خرابیاں پیدا کی ہیں انھوں نے ہمارے سیّارے کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ثقافتی سیاسی سماجی معاشی اور جغرافیائی لحاظ سے کوئی بھی علاقہ الگ ماحولیاتی نظام کا مالک ہوتا ہے۔ہم اس نظام کو ایکوسسٹم (EcoSystem) کہتے ہیں۔اس ایکوسسٹم کے مفہوم کو ان سطور سے سمجھا جاسکتا ہے:

> "An eco system is a concept with a specific and recognizable landscape such as the forest,desert,westland, or coastal area. The nature of the ecosystem is based on its geographical features like hills, mountains, plains, rivers and islands. The living part of the ecosystem is referred to as its biotic

components.The living comunity of plants and animals in any area together with the non-components of the environment such as soil, air, and water constitute the ecosystem. (4)

ماحولیاتی نظام(Eco System) کی پہچان مناظر فطرت، جنگلات، صحراوں،نم زمینوں اور سواحل سمندر سے کی جا سکتی ہے۔ ماحولیاتی نظام کا مزاج ارضیاتی نظام کا پابند ہوسکتا ہے جیسے پہاڑ، وادیاں، میدان، دریا اور جزیرے۔ ماحولیاتی نظام کا رہائشی حصہ خاص ماحولیاتی عناصر کے علاوہ زمین، ہوا اور پانی جیسے اجزا پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس مکمل آزاد اور خودمختار نظام کو انسان کے سماجی تفاعل نے بری طرح سے زک پہنچائی ہے۔ زیر زمین خزائن کے کھوج اور ان پر تصرف کے حصول کے بعد انسانی طبقات نے ان کا بے دریغ استعمال کیا جن کے فوری اثرات ماحول میں بھیانک تبدیلی اور انسانی کائنات میں پے در پے ہونے والی خرابیوں کی صورت میں سامنے آئے۔

پیٹرول اور ڈیزل کے بے محابہ استعمال، کارخانوں اور فیکٹریوں سے خارج ہونے والے زہریلے دھوئیں، ہسپتالوں اور شہری آبادیوں سے برآمدہ انتہائی خطرناک فضلے کے جگہ جگہ پھیلاو، گندگی کے جابہ جا ڈھیر، جنگلات کے بے دریغ کٹاو، تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادیاں، سطح سمندر میں بتدریج اضافے بارشوں اور طوفانوں کی اپنے مقررہ اوقات سے ہٹ کر آمد، فصلوں کی پیداواری صلاحیت میں کمی، گرمی اور سردی میں اچانک شدت کا عمل، آب و ہوا کی خرابی اور سونامی یا زلزلوں نے زمینی زندگی کے امکانات کو انتہائی خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ان حالات میں انسانوں نے جہاں جدید مشینی زندگی میں قدم رکھا ہے اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے عام ہونے کے بعد مصنوعی ذہانت کی انسانی کارکردگی نے انسانی سماج اور معاشرت کے ہزاروں سال پر مشتمل نظام کو بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس بے تحاشا ترقی اور فطرت کے ساتھ پنجہ آزمائی کی دوسری طرف کا نقشہ جس میں انسانی زندگی میں بھوک، قحط، خشک سالی، محرومی، طبقات کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم، پہلی دوسری اور تیسری دنیا کا ممالک کی سطح پر قیام (جو خود ایک سراب ہے کہ پاکستان جیسے ممالک تیسری سطح نہیں بلکہ اس سے بھی نچلے درجے پر براجمان ہیں)، ایٹمی توانائی کے منفی استعمال کے خطرات، پلاسٹک مصنوعات کا استعمال اور موی فضلہ جات کے بکھراو نے انسان اور انسانی ماحول کو بیشتر نئے مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔

''آئی پی سی سی''International panel for Climate Change کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

''سوئٹزرلینڈ میں گلیشیرز پگھلنے کی وجہ سے ۱۸۰ نئی جھیلیں وجود میں آئی ہیں۔''(۵)

عہدِ موجود میں عورت اور مرد ایک ہی طرح کی ثقافت کے مالک ہیں جس میں فطرت کے جبر کے خلاف تصادم کا عنصر بھی دکھائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ چلتے رہنے کی فطری صلاحیت بھی۔ سماج میں موجود تہذیبی اقدار کی پاسداری کرنے کے علاوہ انسان اپنے ماضی کے اس ثقافتی اور تاریخی ادب سے بھی جڑا ہوا ہے جسے ہم لوک ادب کہتے ہیں۔ لوک ادب سے

مراد آدمی، بشر یا بندے کی دنیا سے مربوط وہ ادب ہے جو داستان در داستان کہانی در کہانی اور شاعری کی صورت میں اپنی اساطیری طاقت اور رومانوی بیانیے کے ساتھ سینہ بہ سینہ ارتقا کرتے ہوئے معاصر عہد تک سفر کرتا چلا آیا ہے۔اس میں دیوتا، دیو اور پریاں،انسانی تخلیق،بغض وعناد،دشمنی اور حسد کے خلاف انسانی نفرت اور بہادری کی نا قابلِ یقین مہمات شامل ہیں جو کہ ہمارا قیمتی ماحولیاتی اور ثقافتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ ان داستانوں میں ہجرت اور مقامیت کا دکھ اور جبر کے ظالمانہ اثرات کا کرب واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔یہ لوک داستانیں اور لوک کہانیاں ہمارے لوک ورثے کا حصہ بھی ہیں جن کو پڑھ کر ہم انسان کے پچھلے زمانے کے زوال اور ترقی کے آہستہ روسفر کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں۔ثقافت اور ثقافتی ماحول زندگی سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔حیاتیاتی مقامیت کسی بھی ایک خطے کی مقامی زندگی سے اپنا گہرا تعلق بنائے ہوئے ہوتی ہے۔حیاتیاتی مقامیت کے بارے میں ڈاکٹر اورنگزیب نیازی اپنی ترجمہ شدہ کتاب ''ماحولیاتی تنقید :نظریہ و عمل (منتخب مضامین) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> ''حیاتیاتی مقامیت ایک ایسا سیاسی اور ثقافتی مظہر ہے جس کی بنیاد ماحولیات پر ہے۔حیاتیاتی مقامیت کا تعین کسی خطے کی انتظامی سرحدوں کی بجائے اس خطے کی فطری خصوصیات مثلاً آب وہوا، موسم، پودے جانور، طبعی حالات، اور زمینی خصوصیات کرتی ہیں۔مقامیت کا دائرۂ عمل مخصوص فطرتی خصائص کے حامل ایک خطے تک محدود ہوتا ہے۔بالعموم حیاتیاتی مقامیت کو ماحولیاتی مقامیت((Ecoregionalism کے مماثل سمجھا جاتا ہے۔''(۶)

مقامیت کے حوالے سے ہم کسی ایک علاقے یا مقام کی شناخت کا ذکر کریں تو ہم اس حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں کہ، کسی ایک علاقے یا جغرافیائی حدود میں رہنے والے انسان، جانور پرندے، وہاں کی زبان، تہذیب وثقافت، دریا، ندی نالے اور چراگاہیں یا پھر ریتلے میدان اور صحرائی علاقے اس علاقے یا مقام کو ایک مخصوص شناخت یا پہچان عطا کرتے ہیں۔ جسے عام طور پر ''مقامیت'' کا نام دیا جاتا ہے۔ادب اور تہذیب وثقافت کا ایک فطری تعلق مقامیت سے استوار ہوتا ہے اور مقامیت کسی ایک مقام پر کم ازکم پانچ صدیوں تک کے عرصے تک مسلسل ٹھہراو کا نام ہے۔اس طویل عرصے تک کے ٹھہراو کے بعد کسی بھی ایک خطے میں ہجرت کر کے بیرون علاقوں سے منتقل ہونے والے افراد نئے علاقے کی تہذیب زبان اور ثقافت کو مکمل طور پر اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کے ساتھ وہ اپنی گذشتہ ثقافت کے غالب عناصر کو بھلانے یا ان سے روگردانی کے عمل سے دوچار ہوتے ہیں کہ یہی ان کی نئی زندگی کا ضامن ہوتا ہے۔وہ اس نئے علاقے کے مقامی افراد کے طور پر خود کو متعارف کرواتے ہوئے اپنی زبان لباس رکھ رکھاو اور علاقائی رسوم و رواج کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں۔لیکن جب ان علاقوں میں موسمیاتی تبدیلیاں ظہور پذیر ہونے لگتی ہیں تو ان لوگوں کی زبان، تہذیب وثقافت اور رہن سہن کے معیارات ان

کی مقامی زندگی کے مطابق نہیں رہتے کیوں کہ مجبوراً انھیں ''کلائمیٹ چینج'' موسمیاتی تبدیلیوں کے کے متوقع منفی اثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ان کے تخلیقی مزاج عادات اور ثقافتی پیمانے بھی تبدیل ہوتے ہیں یوں ایک خطے سے کسی اور دور دراز علاقے میں جا کر منتقل ہونے والے مہاجرین کے زبان و ادب کو ایک اور زمانے ایک اور سماج ایک اور تہذیب ایک اور زبان اور ایک اور مقامیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس کے نتائج اس قوم یا فرد یا گروہ کو کئی سالوں تک یا پھر نسلوں تک بھگتنا پڑتے ہیں۔ یوں مختف خطوں کی آبادیاں انتقالِ آبادی کے عمل کے بعد کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہیں یا پھر کسی ایک نسل قبیلے یا گروہ کی شناخت ہی بعد از ہجرت معدومیت کا شکار ہو جاتی ہے۔

آسمانی آفات اور زلزلوں جیسی موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے زمین پر موجود ہنستے بستے علاقے ایک پل میں ہی راکھ کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ ۱۹۳۵ میں آنے والا کوئٹہ کا زلزلہ ہو یا ۲۰۰۵ میں ملک کے شمالی علاقہ جات میں برپا ہونے والے زلزلے کی تباہی یا پھر حالیہ فروی ۲۰۲۳ کے پہلے ہفتے میں ترکی میں آنے والا زلزلہ ان سبھی کی وجہ سے پاکستان اور ترکی کے ان شہروں کا سماجی ثقافتی اور معاشی ڈھانچہ، بہت سے مشکلات برداشت کرنے کے علاوہ یکسر تبدیل ہو گیا ہے۔ جبکہ ہزاروں لوگ ان زلزلوں میں بے گھر ہوئے، اپنے روزمرہ سے لاتعلق ہوئے یہاں تک کے کئی افراد لقمہ اجل بن گئے۔ ماضی میں بیسویں صدی میں بھی اسی طرح کے زلزلے زمین کو اپنا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں زلزلوں سے آنے والی تباہی کے نتیجے میں کتنے لوگ جان کی بازی ہار گئے ان کا ثبوت یہ رپورٹ ہے:

> "In the 20th century an estimated 75,000 peoples were killed by volcanic eruptions whereas approximatly 1.5 million in earthquakes.(7)

یہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ موسم میں برپا ہونے والا ایک مرحلہ انسانی سماج اور اس میں جاری معاشرتی عمل کے لیے کس قدر نقصان سہ ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ ایک مکمل تہذیب، ایک جاری زبان اور ثقافت کو سرے سے نابود بھی کر سکتا ہے اور ان کے نمائندوں کی تعداد کو پریشان کن حد تک کم بھی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ دیکھا جا سکتا ہے کہ زمینی زلزلے سے پندرہ لاکھ سے زیادی افراد لقمہ اجل بنے، اسی طرح بیسویں صدی میں یورپ میں پھیلانے والی طاعون کی وبا سے لاکھوں لوگ جان کی بازی ہار گئے، ہیروشیما اور ناگاساکی پر جوہری تابکاری کے اثرات آج لگ بھگ صدی کی تکمیل پر بھی مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔

اکیسویں صدی کے کارپوریٹ اور مصنوعی ثقافتی عمل کی وجہ سے قتل و غارت گری بدمعاشی سماجی اور معاشی استحصال اور ایک عجیب قسم کا خوف ہر طرف پھیلا ہوا ہے جس کے دیرپا اثرات پہلے سے موجود سماج کے پرامن ماحول کو مرتعش کرتے رہتے ہیں۔ ''کلائمیٹ چینج'' موسمیاتی تبدیلی کا عمل یوں ایک خطے کے لوگوں کی مقامیت، ثقافتی اقدار اور زبان پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک نیا ماحول نمو پذیر ہوتا ہے۔ جس میں پہلے سے موجود ادب، شاعری اور تہذیب اپنا رنگ و روپ مزاج اور اقدار کو نئے انداز سے برتنے اور پیش کرنے پر مجبور ہو جایا کرتی ہے۔ موسمیاتی تبدیلی اس سے بھی

زیادہ خطرناک ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا مستقبل مشکلات کا شکار ہے۔اسے موسمیاتی مسائل سے بچانے کے لیے ہمیں اپنا عملی کردار ادا کرنا ہے جیسا کہ میخائیل ای من (Michael E. Mann)، ۲۰۲۱ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب ''دی کلائمیٹ وار''(The Climate War) میں لکھا ہے:

> "Do not become complacent, thinking that your duty is done when you recycle your bottles or ride your bicycle to work.We can not solve this problem without deep systemic change, and the necessitates governmental. Action. In turn, that requires using our voices, demanding change, supporting climate-focused organizations, and voting for and supporting politicians who will back climate-friendly policies which includes putting a price on pollution."(8)

میخائل کے تجزیے کے مطابق اپنے ماحول اور اس کے فطری نظام کے تحفظ کی ذمے داری سے معاشرے کا کوئی فرد عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ یہ ذمے داری اپنی اساس میں پیچیدہ اور کئی طرح کے اسرار کی حامل ہے۔اس کے مطابق اگر کوئی شخص اپنی مومی بوتل کو درست طریقے سے ضائع کرتا ہے اور ایندھن جلانے کی بجائے سائیکل پر اپنے روزمرہ کے افعال انجام دیتا ہے تو اس کا بالکل یہ مطلب نہیں کہ اس نے ماحول دوستی کا حق ادا کر دیا ہے بلکہ یہ عمل انسان سے مزید کوشش اور فکر وعمل کا متقاضی ہے۔ہم اس مسئلے کو گہرے ادراک اور بہترین منصوبہ بندی کے بنا حل نہیں کر سکتے۔ایسی منصوبہ بندی جو انسان دوست، ماحول دوست اور سب سے بڑھ کر ماحول کے فطری نظام میں معاون ہو بجائے اس کے کہ وہ اس نظام کو رد کر کے ترتیب دی جائے۔ہمیں بطور قوم اپنے حاکموں کی توجہ اس طرف مبذول کرنا ہو گی کہ وہ ماحول دوست اقدامات سے ہماری زمین، ہمارے شہروں، قصبات، دیہاتوں اور یہاں تک کہ کھلے میدانوں اور وسیع وعریض پھیلے صحراوں کی قدرتی ساخت کو بحال رکھنے کی طویل منصوبہ بندی کریں۔ دوسری صورت میں ہمیں دھوئیں اور حرارت کے دیگر بہت سے خارجی عوامل کی قیمت چکانا ہو گی جس کا کم سے کم معاوضہ انسانی جان اور انسانی سماج کی بیخ کنی پر مشتمل ہے۔

ماحولیاتی نظام میں رد و بدل اس سے بھی بڑھ کر خوفناک نتائج کا پیش کار ہوسکتا ہے یہ زمین کی پیداواری صلاحیت کو متاثر کرتا ہے۔اس سے گھنے سرسبز پیڑ موت کے دہانے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ اجناس کی پیدائش میں ناقابل حل مشکلات کھڑی کر دیتا ہے۔ یہ جانوروں کی نسلوں کو معدوم کرتا ہے جس کے اثرات انسان اور اس کی بقا پر ہوتے ہیں۔

۲۰۱۵ میں نیو یارک امریکا سے ماحولیاتی سائنس اور اس کے بالواسطہ، بلاواسطہ اثرات پر شائع ہونے والی کتاب "THE FUTURE WE CHOOSE" Surviving the Climate Crisis میں اس کے مصنّفین، کرسٹیانا فگرز اور ٹام ریویٹ کارنیک لکھتے ہیں کہ:

> "Climate change has long been misunderstood as an

environmental issue affecting the survival of the planet.The truth is ,the planet will continue to evolve.It has done so for 4.5billion years,going through dramatic transformations that for the most part did not support the existence of humankind."(9)

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے ہجرت کے عمل میں اضافے کے ساتھ ساتھ معاشی طور پر ایسے ممالک کمزور ہوجاتے ہیں جہاں پر ''کلائمیٹ چینج'' کی وجہ سے تباہی ہوتی ہے، جیسا کہ ۲۰۲۲ء میں پاکستان میں آنے والے شدید سیلاب کی وجہ سے لاکھوں لوگوں کا بے گھر ہونا، سینکڑوں اسکولوں کا انہدام اور ہزاروں لوگوں کی موت کے صدمات۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ پاکستان موسمیاتی تبدیلی کے اس اچانک حملے کی وجہ سے غربت کا شکار ہوتا چلا گیا ہے۔ جہاں موسمیاتی تبدیلی سیلاب طوفان اور قحط زدگی کا باعث بنے گی وہاں کا مقامی منظر نامہ یکسر تبدیل ہوجائے گا، تہذیبی رکھ رکھاؤ اور علمی وادبی سرگرمیاں معطل ہوجائیں گی، اور اس سب کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مقامی ماحول اور ادب وثقافت پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ یا تو متاثرہ علاقوں میں شاعری اور ادب وثقافت کی ترویج واشاعت کا کام بالکل رک جائے گا یا پھر اس میں قدرے سستی پیدا ہوجائے گی کیوں کہ لوگوں کی توجہ زندگی کی بنیادی ضروریات یعنی خوراک ادویات اور رہائش کے ذرائع کی جلد یا بدیر دستیابی کی طرف منتقل ہوجائے گی۔

جس خطے کے لوگوں کا جیسا بھی معیارِ زندگی ہوگا وہاں کے ادب اور شاعری پر اس کے ویسے ہی اثرات دیکھنے میں آئیں گے۔ کوئی معاشرہ معاشی طور پر خوشحال ہے تو وہاں کی شاعری میں مناظرِ فطرت فطری حسن وجمال اور خوشگوار احساسات کا وفور ہوگا۔ اس کے برعکس غربت کی لکیر کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والے ممالک جیسا کہ ایتھوپیا، روانڈا، گھانا، پاکستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، نیپال، اور افغانستان کے ادیب اور شعراء کے ہاں تخلیق ہونے والے ادب اور شاعری میں، بھوک غربت اور معاشی بدحالی کے خلاف احتجاجی روّیوں اور انسانی حقوق کی بحالی جیسے موضوعات کو سامنے لایا جائے گا۔ مختلف ممالک میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پر عارضی طور پر یا مستقل طور پر ہجرت کرنے کا عمل موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے ہی شروع ہوتا ہے۔

اس حوالے سے ماسومیکر، جائیتا مکوپادھیائے اور منیشا دیب سرکار اپنی کتاب، مرتبہ:

SOUTH ASIA AND CLIMATE CHANGE: Unravelling the Conundrum

میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"Change of habitate often poses a question on the change of the quality of liveability. People migerate either individually or en masse due to many reasons.From a demographic perspective ,The human migeration prosess involves a number of elements based on the 'origion'and destination', leaving apart

others,climate-induced mass migeration,internal or across the border of countries or continents,permanently or semi-permanently is the theme underconsideration here."(10)

ہماری عادات میں بدلاو یہ سوال ساتھ لاتا ہے کہ ہمارے ماحول میں تبدیلی آئی ہے۔ ماحولیاتی نظام ہی ہماری زمین اور عناصرِ فطرت کی بقاء کا ضامن ہے۔لوگوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ مہاجرت اختیار کرنا خود افراد اور خطوں کے مجموعی ماحول پر اثرات مرتب کرتا ہے۔ بہت سے دیگر عوامل کے علاوہ خود انسانی افعال نظام زندگی کی تبدیلی کے ساتھ ماحول میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔انسان کی طرف سے ماحولیاتی نظام میں خرابی پیدا کرنے اور ہارپ ٹیکنالوجی جیسے موسمیاتی جنگی جرائم کے مرتکب ہونے سے زمین کے قدرتی حسن اور متوازن تہوں میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ عدم توازن مجموعی ماحول پر بھی اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔جس سے انسانی سماج کا قدرتی اور انسان بنیاد گویا کہ سارا منظر نامہ بدل جاتا ہے جس کی وجہ سے اس خطے کی ثقافتی ہیئت اور ثقافتی جغرافیہ تبدیل ہونے کے ساتھ وہاں پر رہنے والے لوگوں کا رہن سہن، طرزِ روزگار، زینت وآرائش اور فکری نظام میں بدلاو آجاتا ہے۔اور ان سبھی تبدیلیوں کے نتیجے میں ان لوگوں کی شاعری اور ادب میں بھی ایک نئی تبدیلی جنم لیتی ہے۔اس طرح سے اس نئے ادب میں ایک نئے صحرائی علاقے کا منظر نامہ جھلکنے لگتا ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں، یعنی سمندری طوفانوں، آندھیوں، تیز بارشوں اور زلزلوں اور جنگی حالات کی وجہ سے مختلف علاقوں کا جغرافیائی، اور تہذیبی ماحول تبدیل ہونے لگتا ہے۔خاص طور پر کسی بھی علاقے میں جنم لینے والے جنگی تنازعات کی وجہ سے لاکھوں لوگ بے گھر ہونے کے ساتھ ساتھ ہجرت کے الیے سے گذرتے ہیں، جیسا کہ افغانستان میں جاری رہنے والی طویل جنگ کے نتیجے میں لاکھوں مہاجرین نے ہجرت کرکے پاکستان کا رخ کیا اور ان میں سے زیادہ تر افغانیوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔جبکہ ہزاروں افغانی اور پاکستانی مختلف دہشت گردانہ کارروائیوں کے خاتمے کی کوششوں کے نتیجے میں اپنی جانیں دے چکے ہیں۔اقوامِ متحدہ کے زیرِ اہتمام ۲۶ اگست سے ۴ ستمبر ۲۰۰۲ء تک جنوبی افریقا کے شہر جوہانسبرگ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس میں بتایا گیا کہ:

ایک رپورٹ کے مطابق:

''۱۹۹۱ء کی امریکا عراق جنگ میں کویت کے سمندری ساحل پر مختلف اقسام کے ۳۰ ہزار سے زیادہ پرندے ماحولیاتی آلودگی کا شکار ہوکر مر گئے۔''(۱۱)

مقامی ماحولیات ومزاج، مقامی ثقافت، مقامی رنگ وروپ، مقامی اقدار وروایات، اور کسی بھی مقامی علاقے کا زبان وادب ہمیشہ وہاں کے موسمیاتی نظام یا ایکو سسٹم کے تابع ہوتا ہے جب کسی ایک خطے کا ایکو سسٹم خراب ہونے لگتا ہے تو وہاں کے آب و ہوا میں بھی تبدیلیاں واقع ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔کسی بھی خطے کے مقامی جانور، مقامی درخت اور

پودے، مقامی روزگار، مقامی سبزیاں اور پھل اور مقامی معیشت اور سماج کا جاری نظام سبھی وہاں کے موسمیاتی ضابطہ ہائے کار سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ جب بھی اس خطے میں کوئی بڑی موسمیاتی تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس خطے کے موسموں کے ساتھ ساتھ وہاں کا روزگار، درخت، پودے سبزیاں جانور، پرندے اور انسان سبھی کی زندگیوں میں بدلاؤ آتا ہے اور بدلاؤ کا یہ عمل وقتی، مستقل یا عارضی ہوتا ہے۔ بعض اوقات تباہی کا یہ موسمیاتی عمل سب کچھ ہی فنا کر دیتا ہے۔ اس بہت بڑی تباہی کی وجہ سے متاثرہ خطے کا جغرافیہ، تہذیب وثقافت اور زبان وادب بہت حد تک تبدیل ہوجاتا ہے۔ یا پھر وہاں سے پرندوں، جانوروں اور انسانوں کی نقل مکانی کا ایسا آغاز ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز ختم ہوکر رہ جاتی ہے۔ مندرجہ بالا موضوع ''ادب ،ثقافت اور مقامیت پر موسمیاتی تبدیلیوں اور ہجرت کے اثرات'' کے حوالے سے ہم نے اس تحقیقی مقالے میں ان حقائق سے پردہ اٹھانے کی سعی کی ہے جو موسمیاتی بدلاؤ کے نتیجے میں کسی بھی علاقے کے جغرافیائی، سیاسی وسماجی، ثقافتی اور علمی وادبی حالات کو تبدیل کر دینے کا باعث بنتے ہیں یا پھر اس علاقے کے جاندار ایک بڑی ماحولیاتی نقل مکانی کے سلسلے سے گذرتے ہیں۔ جو ان کے مستقبل کی زبان وثقافت، مقامی چال چلن، رسوم ورواج اور شعر وادب کے فکری وفنی مزاج وشعور کی داخلی روکو ہی تبدیل کر دیتے ہیں۔

(ii)

ادب میں ماحولیاتی تنقید کا موضوع خاص پرانا نہیں اور اسے بین المضامین یا کثیر جہتی مضمون بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس تنقیدی عمل کو سبز انتقاد(Green Criticism) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ادبی تنقید کا یہ تفاعل انسان، سماج اور ماحول کے باہمی انسلاکات جیسے ان کے اشتراک اور اختلاف کو بالخصوص موضوع بنانے کے علاوہ فطری ماحول کی ساخت، اس ساخت میں انسان کی کارکردگی، قدرت کے مظاہر، قدرتی مظاہر کے انسانی زندگی پر اثرات جیسے موضوعات کو اپنے فکری اور اطلاقی دائرہ کار میں لاتا ہے۔ اس طرز مطالعہ میں ہر وہ شئے شامل ہے جو مصنف، شاعر یا نقاد کو درپیش ہوتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی بھی ادب پارہ ایک ماحول میں ہی پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ کائنات کی ہر شئے کسی نہ کسی ماحول میں ہی وقوع پذیر ہوتی ہے اور اس بنیاد پر ماحولیاتی تنقید کو استہزا کا سامنا بھی ہوسکتا ہے کیوں کہ نفسیاتی دبستان تنقید، عمرانی دبستان تنقید، ادبی سماجیات الغرض ہر طرح کی تنقیدی تھیوری ایک خاص ماحول ہی کی شناخت سے ادب کے معنی کی بازیافت کا کام کرتی ہے۔ یہ اعتراض اپنی جگہ پر درست بھی ہے اور نہیں بھی کہ جیسے مارکسی تنقید ادب پارے کو سماجی جمالیات کے تمام تقاضوں، طبقاتی تفریق سمیت فرد اور اجتماع کی نفسیات پر جانچنے کی تربیت کرتی ہے جبکہ ادبی سماجیات اس میں حکومتی اداروں کے علاوہ ادب کی سرپرستی کرنے والے ہر فرد، گروہ اور ادارے کے بارے میں مطالعات کے جواز فراہم کرتی ہے۔ یوں ادبی سماجیات اپنی بنیاد میں عمرانیات کے قریب تر ہونے کے باوجود ایک الگ اور منفرد زاویہ بھی فراہم کرتی ہے جس سے ادبی متون کی بازیافت اور ان کی ساخت کے عمل کو زیادہ بامعنی طریقے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آج ضرورت ہے کہ ماحولیاتی تنقید کو اپنے

انداز پر شعر و ادب کی جانچ پڑتال اور معنی کے قیام کی کوششوں پر مامور رکھا جائے کہ بعید نہیں اس کثیر جہتی سائنسی ڈسکورس سے ہم نئے اور قابل عمل نتائج کشید کریں۔اس سے ایک طرف ادب اور فطری سائنس کے درمیان فرق کو کم کیا جا سکتا ہے اور دوسری طرف تخلیقی متون کی بازیافت کے عمل کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے جس کی طرف جدید ماہرین لسانیات نشاندہی کر رہے ہیں۔

ماحولیاتی تنقید میں عورت کے وجود کو نئے طرز پر دیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے جو تانیثیت کے برعکس اس کی پیداواری صلاحیت کی اساس پر اس کے کردار کو متعین کرتی ہے یوں اس میں نسائی متون کی معنی آفرینی کے لیے مخصوص جنسی عنصر کو تشکیل دیا جاتا ہے۔اسی طرح ماحولیاتی انتقاد مارکسی نظریات کی بنیاد پر کسی بھی سماج کی پیداواری صلاحیت، وسائل کی تقسیم، اشرافیہ اور عمومی طبقات کے درمیان فاصلوں، معاشی، سماجی،تہذیبی، معاشرتی اور انسان کے مزاج میں شامل استحصالی عناصر کی شناخت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔یہ عمل ادبی متون مین ثقافتی اور تمدنی عوامل کی پرکھ کا بنیادی وسیلہ ثابت ہوتے ہیں اور ادبی تاریخ نویسی کا عمل اپنی فطری صلاحیت پر استوار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے طالع آزما کی تلوار، فاتح کی منہ زوری، شکست خوردہ کی ہزیمت اور عام رکن کی بے معنویت کے برعکس ماحول کے مجموعی مطالعہ سے فطری نتائج کی کشید ممکن ہو جاتی ہے اس طرح ماحولیاتی انتقاد میں قدرت وفطرت کے متون کی دریافت سے متن میں جاری ثقافتی کیفیت کو جانچا جا سکتا ہے۔اس انتقادی ڈسکورس میں ادبی اصناف کے ماحولیاتی جواز جیسے اردو میں انگریز راج کی مضبوطی کے ساتھ بعض اصناف کی معدومیت اور کچھ نئی اصناف کی پرورد گی،ادبی ترویج کے مظاہر اور ادبی کمزوری کے خدشات،تشکیک، ابہام یا مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ماحولیاتی تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر احمد سہیل لکھتے ہیں:

> ''ماحولیاتی مطالعے اور تنقید کی بنیاد لارنس بائل اور جونتھن بیت نے ڈالی اور ان دونوں نے ماحولیاتی سائنس کا اسے نام دیا۔ اور اسے ماحولیاتی شعریات بھی کہا۔یہ ایک سائنسی مزاج کی ادبی تنقید ہے جو جلد ہی ثقافتی اور ادبی مطالعوں اور احتجاجی مزاحمت میں نفوذ کر گئی ہے۔اور اسے قبول عام بھی حاصل ہوا ہے۔اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔عمومی سائنس، سائنس شکنی،تشکیل نو اور فطرت شکنی، نئے تصورات اور ماحولیاتی مادیت، مارکسزم یا سائنس اور محیط ارض حرکیات۔'' (۱۲)

احمد سہیل کے مطابق اس انتقادی پیراڈائم کو سیاسی صورت میں بھی وضع کرنے کی کوشش کی گئی مگر یہ بیانیہ اخلاقی، اطلاقی اور فلسفیانہ موضوعات میں قدرے کم قابل عمل ہے۔اس کی بڑی وجہ اس کا مقداری مواد پر بھروسہ کرنا ہے جو وقت اور حالات کی متغیر صورتوں کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ماحولیاتی تنقید کا اصل کام اسی بدلنے کی نفسیات سے ہے جس کا سبب ماحول کو قرار دیا جا رہا ہے جبکہ یہ مفروضہ اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کیا ماحول کے بدلاو کے ساتھ ہی تمام تر نظریات، لائحہ عمل اور طریقہ

کار تبدیل ہو جاتے ہیں؟ یہ ایک مشکل سوال ہے جس کا جواب اس کے علاوہ فی الفور کچھ نہیں کہ ماحولیاتی نظام انتقاد میں ادب اور معاشرے کے فطری عوامل پر مبحث بنیاد کیا جاتا ہے جو اپنے خاص عہد سے متعلق ہو اور جس سے ایک خاص ثقافتی ماحول کو تاریخی استدلال،نظریاتی، مادی اور حقیقت پرست اصولوں پر جانچا جاتا ہے۔ماحولیاتی تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر محمد اشرف کا خیال ہے کہ یہ مکتب فکر پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ کی دہائی میں منظر عام پر آیا۔شیرل گلا ٹفسلیٹی، سکاٹ سلووک،گلین لوو،راب نکسن وغیرہ نے اپنی تحریروں سے اس مکتب نقد کی راہ ہموار کی جبکہ اردو ادب میں بیسویں صدی کی آخری دہائی یعنی ۱۹۹۰ کے بعد سے اس موضوع پر باقاعدہ ڈسکورس کا آغاز ہوا۔(۱۳)

ادب میں ماحولیاتی تنقید زمینی مناظر کی اثر انگیزی کو بڑھاتے ہیں جبکہ اس سے ان فطری عوامل مین انسان کی دل چسپی،اس کی شراکت اور ان عوامل کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔اردو ادب کو دیکھا جائے تو یہ اپنے آغاز سے ہی ماحول دوست واقع ہوا ہے۔اس کی ایک بڑی وجہ اردو کی جنم بھومی ہندوستان کی زمینی ثقافت ہے جہاں موسموں کے تنوع، زمین کی خاصیت میں فرق، وسیع وعریض جنگلات، تاحد نگاہ پھیلے کھیت کھلیان، برسات، جاڑا،گرمی،سردی،روشنی، اندھیرے ایسے عناصر کی شدت پائی جاتی ہے۔اسی وجہ سے اردو شاعری کی ابتدائی اصناف میں سے مثنوی میں جابجا ماحولیاتی عوامل اور زمینی صورت حال کو بیان کیا گیا ہے۔اردو فکشن میں ماحولیاتی انتقاد کے اطلاق کی صورت میں طے شدہ نتائج کو کئی نئے طریقوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔پریم چند کے نمائندہ افسانے جیسے کفن، پوس کی رات، حج اکبر کو ماحولیاتی تنقید کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ افسانے ایک طرف ہند پاکستانی دیہات کی مجموعی فضا کو بیان کریں گے تو دوسری طرف ہماری تہذیبی اور علاقائی اکائیوں کے بارے نئے حقائق کو سامنے لائیں گے۔اشفاق احمد کے رومانی افسانے ہوں یا سائنس فکشن،گڈریا ہو یا احمد ندیم قاسمی کا جگا، یہ سب متون ماحولیاتی تنقید کی میزان پر جانچے جانے سے بالکل الگ تفہیم کے مواقع فراہم کریں گے۔کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض کے متون کو تانیثیت کے برعکس بطور پیداواری صلاحیت رکھنے والی کوکھ، مرد کی تربیت کرنے والی گود اور بہکے لمحوں میں مرد کو ایک جگہ یکجا کرنے والی جنسی طاقت پر دیکھا جائے تو ممکن ہے کہ عورت کو اپنے وجود کی شناخت کے لیے صنعت اور مادہ پرستی کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ اس کا وجود اس کے ماحولیاتی منظرنامے میں ایک اٹل حقیقت بن جائے جس کے بغیر کوئی بھی معاشرہ متوازن نہیں رہ سکتا۔سعادت حسن منٹو کا کالی شلوار اور غلام عباس کا آنندی اپنی ماحولیاتی تفہیم میں مرد اور عورت کے درمیان ازلی کشش اور جنسی طاقت کے لازوال ہونے کے نقش بناتے ہیں تو بیدی کا گرم کوٹ میاں بیوی کی چار دیواری میں زندگی میں ہمہ گیری اور اپنے کل تہذیبی منظرنامے کے ساتھ پیوستگی کے ثبوت فراہم کرتی ہے۔اردو افسانے اور ناول کے جملہ متون پر یہ تنقیدی پیراڈائم نئے نتائج کی تخریج اور پہلے سے موجود نتائج کی توسیع میں بنیادی کردار ادا کر سکتا ہے۔دل چسپ پہلو یہ ہے کہ رومانوی نظم کے ساتھ ہائیکو کی صنف اپنی مجموعی پیشکش میں ماحولیات ہی کی بنیاد پر استوار ہے یہی وجہ ہے کہ ہائیکو کا کوئی بھی معنیاتی مطالعہ ماحولیاتی تنقید سے روگردانی کی صورت میں ممکن ہی نہیں

ہے۔مولانا عبدالحلیم شرر کا ناول فردوس بریں اپنی جزئیات میں ماحول کے اسرار و رموز اور اس کی تبدیلی کا منفرد نمونہ ہے۔ممتاز مفتی کا ناول علی پور کا ایلی انسانی مزاج کے داخلی اور خارجی عوامل کی اپنی زمین اور اپنے ماحول کے ساتھ وابستگی کا تخلیقی بیان ہے۔عبداللہ حسین نے اداس نسلیں کے ابتدائی سو صفحات میں ہندوستانی مقامیت اور اس مقامی منظرنامے میں سماج، اخلاق اور سماجی عوامل کے تفاعلی چہروں کی تخلیق سے کام لیا گیا ہے جن کا مطالعہ قاری کو مرکزی پنجاب کے دیہی علاقوں اور سکھ ثقافت کے کئی نئے پہلوؤں سے آشنا کرتا ہے۔جانگلوس میں اسی تکنیک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شوکت صدیقی نے مختلف کرداروں، فصلات، ثقافتی عوامل کی تخلیق نو سے جنوبی پنجاب کی تمدنی صورت حال کو کمال خوبی سے بیان کیا ہے۔اس نوعیت کے مطالعات اردو شاعری میں نظیر اکبر آبادی، مولانا الطاف حسین حالی، علامہ محمد اقبال، ن م راشد سمیت بہت سے نمائندہ تخلیق کاروں کے متون کے مطالعہ سے کیے جا سکتے ہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ ماحولیاتی انتقاد کا اطلاق غزل کی نسبت نظم پر زیادہ کامیاب ثابت ہوتا ہے کیوں کہ غزل میں شاعر اجزا کے برعکس کلی ساخت کو سامنے لاتا ہے جبکہ نظم میں اشیا، مظاہر، ماحول، کیفیات، اخلاقی تہذیبی عناصر کو جزو بہ جزو بیان کیا جاتا ہے جس کے باعث وہ ماحولیاتی تنقید کے میدان میں زیادہ بڑے پیمانے پر استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔مجید امجد کی نظم ''طلوع فرض'' کے ایک بند سے اس امید کے ساتھ مقالے کو اختتام پذیر کیا جاتا ہے کہ آنے والے دنوں میں ماحولیاتی انتقاد کے معنی مظاہر فطرت کی شناخت یا شاعری اور فکشن کے متون میں پہاڑوں، دریاوں، جنگلات کے نقشہ جات کی تفہیم نہیں بلکہ اس کلی ماحولیاتی منظرنامے کی تفہیم و تنقید کے عوامل زیر بحث آئیں گے جو نفسیاتی گتھیوں کے سلجھاؤ، سیاسی سماجی صورت حال کی تفہیم، مارکسی رومانی نظریات کی اساس پر اطرافی ماحولیات کے تعین سمیت کئی ایسے عملی نمونوں پر بنیاد ہونگے جن کی مدد سے شعری اور منثور متون میں معنی کے مختلف پیمانوں کو بہتر طور پر سمجھا اور پرکھا جا سکے گا۔

گلستاں میں کہیں بھونرے نے چوسا
گلوں کا رس شرابوں سا نشیلا
کہیں پہ گھونٹ اک کڑوا کسیلا
کسی سڑتے ہوئے جوہڑ کے اندر
پڑا اک رینگتے کیڑے کو پینا
مگر مقصد وہی دو سانس جینا
(کلیات مجید امجد)

حواشی

(۱) http://www.britannica.com/science/enviormnetal-science

(۲) غلام اصغر خان، نظریۂ قومیت: عالمی و مقامی تناظر، (لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء، لاہور)، ص ۲۲۵

(۳) مارک کیوسلٹن، ای این اینڈرسن، *Intruction to Cultural Ecology*، (رومن لٹل فیلڈ پبلشرز، ۲۰۰۴ء)، ص ۱

(۴) گاج نریندرا (Gadge Narendra)، *Ecology and Ecocriticism* in *Journal of Science Information*، خاص شمارہ ۳، ۲۰۱۲ء، ص ۴۱۔ ۴۹

(۵) آئی پی سی سی رپورٹ کلائمٹ چینج، ۲۰۲۳ء

(۶) ڈاکٹر اورنگزیب نیازی، ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (منتخب مضامین)، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۳۷

(۷) *Directory Amid Globalization*، باب ۳، (شمالی امریکا، پیئرسن ایجوکیشن لمیٹڈ، ۲۰۰۱ء)، ص ۴۳

(۸) مائیکل ای مان (Michael E. Mann)، *The New Climate War, (The Fight to take back our Planet)*، (نیو یارک، ۲۰۲۱ء)، ص ۷۵، بار اوّل

(۹) *The Future We Choose, Surviving the Climate Crises*، (نیو یارک: ۲۰۲۰ء)، ص ۲۳

(۱۰) موسمی کر، جایتا مکھو پادھیائے اور منیشا دیب سرکار (Mausumi Kar, Jayita Mukhopadhyay & Manisha Deb Sarkar)، *South Asia and Climate Change: Unravelling the conundrum* (نیو یارک: رٹلیج، ۲۰۲۲ء)، ص ۶۹

(۱۱) زاہد حسین انجم، فرہنگِ ماحولیات، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۱

(۱۲) احمد سہیل، ماحولیاتی ادبی تنقید کا نظریہ، مشمولہ مکالمہ، ۲۶ مئی ۲۰۲۱، آن لائن

(۱۳) ڈاکٹر محمد اشرف کا مضمون، ڈاکٹر فرزانہ کوکب کے شریک مصنف ہونے کے ساتھ رسالہ ''متن شمارہ ۱ جلد ۲'' میں شامل ہے۔ جس کے مطالعہ سے اردو اور مغربی ادب میں ماحولیاتی تنقید کے بنیادی اولین مباحث سے آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

مآخذ:

(۱) خان، غلام اصغر نظریۂ قومیت: عالمی و مقامی تناظر، لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء

(۳) کیوسلٹن، مارک اور اینڈرسن، ای این، *Intruction to Cultural Ecology*، رومن لٹل فیلڈ پبلشرز، ۲۰۰۴ء

(۶) نیازی، اورنگزیب، ڈاکٹر، ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (منتخب مضامین)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء

(۸) مان، مائیکل ای (Mann, Michael E.)، *The New Climate War, (The Fight to take back our planet)*، نیو یارک، ۲۰۲۱ء، بار اوّل

(۹) *The Future We Choose, Surviving the Climate Crises*، نیو یارک: ۲۰۲۰ء

(۱۰) کر، موسمی اور دیگر (Kar, Mausumi)، *South Asia and Climate Change: Unravelling the conundrum*، نیو یارک: رٹلیج، ۲۰۲۲ء

رسائل

(۱) جرنل آف سائنس انفارمیشن، خاص شمارہ ۳، ۲۰۱۲ء، ص ۴۱۔۴۹

رپورٹس، ڈکشنری، ڈائریکٹری

۱۔ ڈائریکٹری ایمڈ گلوبلائزیشن، شمالی امریکا: پیئرسن ایجوکیشن لمیٹڈ، ۲۰۰۱ء

۲۔ فرہنگِ ماحولیات، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۸ء

۳۔ کلائمٹ چینج، (آئی پی سی سی رپورٹ)، ۲۰۲۳ء

ویب گاہ

(1) http://www.britannica.com/science/enviormnetal-science

(۲) مکالمہ، ۲۶ مئی ۲۰۲۱ء، آن لائن